


# بوہریوں اور آغاخانیوں کا تعارف

(تاریخ کی روشنی میں)

معہ تقریظ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

مؤلفہ: سید تنظیم حسین

ناشر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر

مؤسس و مدیر

الرحیم اکیڈمی

ے ۷/۷، عظیم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد

کراچی ۷۵۹۰۰

قیمت ۵۰/ روپے

# مقدمہ

## از محترم ومکرم مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہٗ



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اسماعیلی مذہب پر کتابوں کی کمی کی شکایت تقریباً ہر زمانہ میں رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسماعیلی مذہب ایک باطنی تحریک ہے۔ وہ اپنی دعوت خفیہ ذرائع سے پھیلانے کے قائل ہیں۔ یہ لوگ اپنی تحریک کا کھلا تعارف پسند نہیں کرتے بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض حضرات نے بڑی محنت وجستجو سے باطنیوں کے حالات پر کتابیں لکھیں لیکن اس تحریک کے اکابر نے انہیں منظر عام سے غائب کرادیا۔

اِس اخفار کے وجوہات کئی ایک ہو سکتے ہیں۔ ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ کہ یہ باطنی دعوت "اہلِ بیت" کے نام پر پیش کی جاتی تھی مگر اہلِ بیت کے اکابر جو عام لوگوں کے سامنے موجود تھے اُن کو اس دعوت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ اگر علانیہ یہ دعوت پیش کی جاتی تو "ائمہ اہلِ بیت" اس کو فوراً جھٹلا دیتے۔ اس لئے باطنی تحریک کے داعیوں نے نہ صرف اپنی دعوت اور اس کی سرگرمیوں کو صیغۂ راز میں رکھا بلکہ خود "ائمہ اہلِ بیت" کو بھی "مکتوم" اور "مستور" بنادیا۔ جب اُن سے پوچھا جاتا کہ وہ امام کہاں ہیں جن کی تم دعوت

دیتے ہو؟ تو کہہ دیا جاتا کہ بحکمِ الٰہی وہ کسی نامعلوم جگہ پر چھپے ہوئے ہیں اور اُن سے ملاقات کی کسی کو اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی دعوت جس کے مرکزی کردار بھی "پردۂ ستر" میں ہوں اس کو کھلے بندوں کیسے جاری رکھا جا سکتا تھا۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہوئی کہ باطنی داعیوں کے پاس کوئی مربوط اور مفصّل نظام نہیں تھا۔ اس لئے جس داعی کی سمجھ میں جو بات آجاتی وہ کہہ دیتا۔ علانیہ دعوت کی صورت میں اُن کے آپس میں اختلافات رونما ہوتے۔ اس لیۓ دعوت کا رخ ظاہر سے باطن کی طرف کر دیا گیا تاکہ داعیوں کے خود تراشیدہ "حقائق" منظرِ عام پر نہ آسکیں۔

اور اس سے بھی بڑی وجہ اس اخفا کی یہ تھی کہ اسماعیلی دعوت میں جو باتیں بنیادی اصول کے طور پر پیش کی جاتی تھیں وہ ایک مسلمان کے لیۓ اتنی متوحش تھیں کہ بھلے زمانوں کے مسلمان ایسی باتوں کو کبھی برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ باطنی اصول کہ اللہ تعالیٰ کا نور علیؓ میں حلول کر گیا ہے۔ اس لیۓ علیؓ خود اللہ ہے اور پھر یہی منصبِ الوہیت بعد میں دیگر ائمہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ کون مسلمان ہوگا جو اس باطنی اسماعیلی عقیدے کو سن کر آسانی سے ہضم کر جائے اور اس عقیدے کو علانیہ طور پر پھیلانے کی اجازت دے۔ اس لیۓ اس دعوت کا، اس کے بنیادی اصولوں اور اس کے مرکزی کرداروں کا یہاں تک اخفا کیا کہ یہ تحریک ہی باطنی تحریک کے نام سے مشہور ہوگئی۔ اس تحریک کے "پردہ راز" میں رہنے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ اس تحریک پر بہت کم کتابیں لکھی گئیں اور جو کچھ لکھا گیا وہ بھی مسلمانوں کیلئے "شجر ممنوعہ" قرار دیا گیا۔ اس لیۓ باطنی تحریک کے باطنی احوال و کوائف

یہاں تک پردۂ راز میں رہے کہ اس تحریک کی تاریخ، اس کے اصول و قواعد، اس کے مذہبی رسوم و فرائض، اس کے اغراض و مقاصد، اس کے داعیوں کے حدود و القاب اور اس کی دعوت کے مدارج عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے بلکہ خود اسماعیلی باطنی بھی ان سے بے خبر رہے۔ ان وجوہ و اسباب کی بنا پر اسماعیلی تحریک کے لٹریچر کی کمی کی شکایت ہمیشہ رہی مگر اب کچھ عرصہ سے مستشرقین کی دلچسپی کی بنا پر خود اسماعیلیوں کی لکھی ہوئی کتابیں منظرِ عام پر آگئی ہیں اور انگریزی، عربی اور گجراتی میں اس تحریک پر کافی مواد دستیاب ہونے لگا ہے۔ اور ان مستند ماخذ کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر زاہد علی صاحب نے اسماعیلی مذہب پر (جو ان کا خاندانی مذہب تھا) دو گراں قدر کتابیں لکھیں۔ (۱) تاریخ فاطمیین مصر (۲) ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام۔ یہ دونوں کتابیں بہت ہی محنت و کاوش سے لکھی گئی ہیں اور اس موضوع پر گویا حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں مگر یہ کتابیں بھی بازار میں کمیاب ہیں۔ ہمارے محترم جناب سید تنظیم حسین صاحب نے پیشِ نظر کتاب میں قدیم و جدید ماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے اسماعیلی دعوت کے بارے میں ایسا وسیع مواد جمع کر دیا ہے کہ اس کا مطالعہ اس دعوت کے سمجھنے میں نہایت مفید اور ضروری ہوگا۔ کتاب میں طرزِ نگارش نہ صرف غیر جانبدارانہ ہے بلکہ ایسا عام فہم بھی ہے کہ ایک متوسط استعداد کا شخص بھی مطالب کے سمجھنے میں کوئی الجھن محسوس نہیں کرے گا۔

چھٹے باب میں مؤلف نے "اسماعیلیوں کے منفی کردار" سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں قرامطہ کی ہوشربا سرگرمیوں اور حسن بن صباح کی تیار کردہ جماعت "فدائیین" (جو تاریخ میں "حشاشین" کے لقب سے معروف ہیں) کی

ہولناک تباہ کاریوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں اسماعیلیوں کی سفاکی و بے رحمی کی ایک مثال ابن النابلسی شہیدؒ کے قتل کا وہ واقعہ ہے جس کا تذکرہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ (ص ۲۸۴ ج ۱۱) میں اور حافظ شمس الدین الذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں کیا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوبکر محمد بن احمد بن سہل الرملی المعروف بہ "ابن النابلسی" اپنے دور کے بہت بڑے محدث تھے۔ عابد و زاہد اور صائم الدہر تھے۔ حدیث و فقہ میں امام تھے۔ فاطمیوں نے جب مصر پر غلبہ حاصل کیا تو اسماعیلی عقائد کو لوگوں پر بزورِ شمشیر مسلط کرنا چاہا۔ "ابن النابلسی" شہیدؒ اُن کی اس حرکت سے نالاں تھے اور وہ نہ صرف اُن کے اس طرزِ عمل پر تنقید کرتے تھے بلکہ اُن کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیتے تھے۔ اسماعیلی حکمران انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے وہ رملہ سے دمشق چلے گئے۔ وہاں کے گورنر نے اُن کو گرفتار کر کے لکڑی کے پنجرے میں بند کر کے مصر بھیج دیا۔ یہ ۳۶۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت ابو تمیم معز فاطمی حکمران تھا اور اس کا غلام امیرِ عساکر "جوہر" سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ ابن النابلسی شہیدؒ کو قائد جوہر کے سامنے پیش کیا گیا۔ جوہر نے پوچھا کہ تم نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی کے پاس دس تیر ہوں تو وہ اُن میں سے ایک تیر روم کے نصرانیوں کے خلاف اور نو اسماعیلیوں کے خلاف استعمال کرے۔ ابن النابلسی شہیدؒ نے فرمایا جناب آپ کو روایت غلط پہنچی ہے۔ میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا بلکہ میرا فتویٰ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دس تیر ہوں تو وہ نو تیر تو تمہارے خلاف استعمال کرے اور دسواں تیر بھی روم کے نصرانیوں کے بجائے تم لوگوں پر برسائے۔

| | |
|---|---|
| فَاِنَّكُمْ غَيَّرْتُمُ الْمِلَّةَ | کیونکہ تم نے دین کو بدل ڈالا |
| وَقَتَلْتُمُ الصَّالِحِيْنَ | خدا کے نیک بندوں کے خون سے ہاتھ |
| وَادَّعَيْتُمْ نُوْرَ | رنگے، اور تم نورِ الوہیت کے |
| الْاِلٰهِيَّةِ. | مدعی بن بیٹھے۔ |

جوہر نے حکم دیا کہ ان کی تشہیر کی جائے (منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا جائے) دوسرے دن ان کی پٹائی کا حکم دیا۔ تیسرے دن ایک یہودی کو حکم دیا کہ ان کی زندہ کی کھال کھینچ لی جائے۔ یہودی نے سر کی چوٹی سے اُن کی کھال کھینچنی شروع کی چہرے تک کھال اتار دی گئی۔ مگر انہوں نے اُف نہیں کی۔ بلکہ نہایت صبر و سکون کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے اور قرآن کریم کی آیت "وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا"[1] (الاحزاب: ۳۸) کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ سینے کی کھال تک اُتار دی گئی اور اُن کے صبر و استقامت کے پاؤں میں لغزش نہیں آئی۔ بالآخر کھال کھینچنے والے یہودی کو ان پر ترس آیا اور اس نے دل کی جگہ چھری گھونپ کر اُن کا قصہ تمام کر دیا۔ کھال اُتارنے کے بعد اس میں بھوسہ بھر اگیا اور بھوسہ بھری کھال کو سولی پہ لٹکایا گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (الذہبی: سیر الاعلام ص ۱۴۸، ۱۴۹ ج ۱۶)

یہ اسماعیلیوں کی سفاکی و بربریت کی ایک مثال ہے جس کے پڑھنے سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسماعیلی خونخواروں کے ہاتھوں کتنے علماء حقانی نے جام شہادت نوش کیا ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ ان کے فتنے سے اُمت کی حفاظت فرمائے۔

وللہ الحمد اولاً و آخراً

محمد یوسف عفا اللہ عنہٗ

۹/۷/۱۴۰۶ھ

[1] اور ہے حکم اللہ کا مقرر ٹھہر چکا۔

## باب پنجم

# اسمٰعیلی فرقوں کی موجودہ کیفیات

اسمٰعیلی مذہب / دعوت کو تقریباً بارہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اس طویل مدّت میں اُن کے یہاں کتنی مذہبی اور سیاسی دور ہوئے جس کی وجہ سے اسمٰعیلیوں میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جن کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی طور پر ائمہ کی شخصیتوں اور حیثیتوں سے متعلق اختلاف ہوا جو آگے چل کر عقائد پر اثر انداز ہوا اور علٰیحدہ فرقے وجود میں آتے گئے، جن میں مرکز سے لاتعلقی کے بعد نئی نئی باتیں پیدا ہوتی چلی گئیں جنہوں نے رفتہ رفتہ عقائد کی شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ اسمعیلیہ کے ابتدائی دور کے عقائد کے بیان کے بعد اسمٰعیلیوں کے فرقوں کی موجودہ کیفیات کی اہمیت نہیں رہتی کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں:

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ... تا ثریا می رود دیوار کج[1]

یعنی تفصیلات کو جانے بغیر یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ دیوار کی کجی میں اضافہ ہی ہوا ہوگا لیکن ناظرین کو ضروری معلومات فراہم کرنے کی غرض سے ہم اس باب میں اسمٰعیلیہ کے قابل ذکر فرقوں کے عقائد

---

[1] اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے تو ثریا (آسمان) تک دیوار ٹیڑھی رہتی ہے۔

نے جو رخ اختیار کیا اُس سے متعلق اہم امور بیان کریں گے۔

## دروزیہ

جیسا کہ باب سوئم میں بیان کیا گیا ہے دروزیہ نے الحاکم بامر اللہ (۳۸۶-۴۱۱ھ / ۹۹۶-۱۰۲۱ء) کے بعد ایک علیحدہ فرقہ کی شکل اختیار کی۔ اُن کے مشہور داعی حسن بن حیدرہ فرغانی، حمزہ بن زوزنی اور محمد بن اسمٰعیل درازی ہیں۔ مصر سے نکالے جانے کے بعد اُن کو لبنان کے علاقہ میں فروغ ہوا اور یہ تاحال اُسی علاقہ میں محدود ہیں۔

## دروزیہ کا مذہب

دروزیہ کے اکثر داعی ایرانی تھے لہٰذا دیگر اسمٰعیلی (باطنی) فرقوں کی طرح اُن کے عقائد بھی یونانی فلسفہ اور قدیم ایرانی مذاہب کی تعلیم سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً 'حلول' کے متعلق اُن کا عقیدہ ہے کہ خدا کروڑوں برس کے بعد 'حاکم' کی شکل میں ظاہر ہوا۔ رعیّت سے ناراض ہو کر غائب ہو گیا ہے۔ قیامت کے روز پھر انسان کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ اور تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ اُس کے حکم سے ایک آگ آئے گی جو کعبہ کو جلا دے گی پھر مردے زمین سے اٹھیں گے[1]......

## دروزیوں کی کتابیں

داعی حمزہ بن زوزنی اور اُس کے چار مددگاروں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ کلام اللہ کے مانند مقدس مانی جاتی ہیں اور خلوتوں میں پڑھی جاتی ہیں اُن کو سوائے عقال کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ غالباً یہ وہی کتابیں ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اِن میں کلام مجید کی نقل

---

[1] تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۹۵ بحوالہ Sprengett's

اتارنے کی کوششیں کی گئی ہیں لیکن یہ اُس کی فصاحت و بلاغت کو نہیں پہنچیں۔[1]

## دروزیوں کے مذہبی اصول

دروزیوں کے چار بڑے اصول یہ ہیں:

(۱) خدا کا علم خاص کر شکل انسانی کے مظاہر میں۔

(۲) عقل کا علم جو سب سے اعلیٰ موجود ہے اس کا نام حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں (Lazarus) لزارس ہے۔ حضرت رسولِ خدا کے زمانہ میں سلمان[2] فارسی اور حاکم کے زمانہ میں حمزہ بن زوزنی۔

(۳) چار روحانی موجودات کا علم۔ یہ چار موجودات اسمٰعیلؑ، محمدؐ بن اسمٰعیل، سلمانؓ اور علیؑ کی شکلیں ہیں۔

(۴) سات اخلاقی احکام کا علم جن میں سے ایک تقیّہ ہے۔

دروزیہ تناسخ کے بھی قائل ہیں اور مذہبی معاملات کو پوشیدہ رکھنے پر زور دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے خلوت خانوں میں شرمناک اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں اور خفیہ طور پر گائے کے بچے کے سر کی پوجا کرتے ہیں اُن کے لٹریچر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ (دروزی) اعمال شریعت کے قائل نہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ حاکم کو خدا ماننے کے بعد تمام اعمال بےکار و فضول ہیں۔ ان کے اصول کے مطابق ظاہری شریعت کے پابند مسلمان ہوتے ہیں اور صرف باطن کے پابند مومنین جبکہ ظاہر اور باطن دونوں نہ ماننے والے 'موحدین' جن کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ہمیشہ مسلح رہنا ان کا مذہبی فریضہ ہے[3]۔ ان لوگوں کی آبادی میں مسجدیں نہیں ہوتیں کیونکہ یہ نماز نہیں پڑھتے۔ مسجد کی بجائے ایک

---

[1] تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۶۵ بحوالہ Strangell۔

[2] حضرت سلمان فارسیؓ سے خصوصی تعلق ایرانی اثرات کا ثبوت ہے۔

[3] آجکل 'دروز' ملیشیا ایک معروف قومی تنظیم ہے۔ یہ غالباً اسی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

معمولی سا مکان ہوتا ہے جس میں ہر جمعرات کو مجلس ہوتی ہے۔ کیونکہ جمعرات کو 'حاکم' غائب ہوا تھا۔ اس مجلس میں حمزہ زوزنی کی تصانیف پڑھی جاتی ہیں اور اس میں صرف عقّال ہی شریک ہوتے ہیں۔

**عقّال اور جہّال** عقّال کی جماعت میں شریک ہونے والے دروزیوں کو چند شرائط پوری کرنا ہوتی ہیں یہ شرائط کچھ ایسی نوعیت کی ہیں جیسی کہ فری میسنوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں اور بہت سی باتیں فری میسنوں سے ملتی جلتی ہیں۔ دوسری جماعت جہال کی ہے جن پر مذہب کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔ کہا جاتا ہے کہ جہال ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ دروزیوں نے اپنے مذہب کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔

## نزاریہ

جیسا کہ باب سوئم میں ذکر کیا گیا ہے اسمٰعیلیوں میں امام/خلیفہ المستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷ھ / ۱۰۳۵-۱۰۹۵ء) کے جانشین پر اختلاف ہوا۔ اسمٰعیلیوں کے ایک گروہ نے المستنصر باللہ کے بڑے بیٹے نزار کو اس کا جانشین امام تسلیم کیا جبکہ دوسرے گروہ نے المستنصر کے دوسرے بیٹے احمد المستعلی باللہ کو امام/خلیفہ مانا۔ نزار کے پیرو **نزاریہ** کہلائے اور مستعلی کے **مستعلویہ**۔ نزاریوں کو مستحکم کرنے والا داعی حسن بن صباح تھا جس کا تعلق ایران سے تھا۔ حسن بن صباح جس کا ذکر ہم اگلے ابواب میں کریں گے ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء میں شمالی ایران میں قلعہ 'الموت' پر قابض ہو گیا۔ چونکہ مصر میں حکومت المستعلی کے حصہ میں آچکی تھی لہٰذا نزاریوں کا مرکز 'الموت' قرار پایا۔ اس طرح نزاریوں کا تعلق مصر سے کٹ گیا اور انہوں نے مستعلویہ کے مقابل اسمٰعیلیوں کی ایک اہم شاخ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اسی وجہ

سے نزاریوں کو مشرقی اسمٰعیلی بھی کہا گیا۔ نزاریوں کی زیادہ شہرت اُن کے داعیوں سے ہوئی جو خداوندِ الموت کہلائے جاتے تھے اِن میں حسن بن صباح کی حیثیت نمایاں ہے جو تاریخ میں "شیخ الجبال" کے نام سے معروف ہے اور نزاریہ سلسلہ کا بانی مانا جاتا ہے۔

## اعمالِ شریعت سے متعلق نزاریوں کے عقائد

نزاری ائمہ میں سب سے مشہور امام حسن علی ذکرہ السلام ہیں۔ اِن کا زمانۂ امامت ۵۵۷-۵۶۱ھ / ۱۱۶۲-۱۱۶۶ء ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۵۵۹ھ / ۱۱۶۳ء میں انہوں نے تمام اسمٰعیلیوں کو جمع کیا اور قلعہ الموت سے متصل منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ[1] دیا جس سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"قائم القیامہ میرے ذریعہ سے ہے۔ میں امامِ زمان ہوں اور امر و نہی حرف شریعت کے رسم و رواج ہیں اور اُن کی تکلیف کو میں اہلِ دنیا سے بالکل اٹھا لیتا ہوں چونکہ یہ زمانہ قیامت کا ہے۔" اُس دن الموت کے تمام اسمٰعیلیوں نے بڑا جشن منایا اور یہ دن تاریخ میں "عید القیام" کے طور پر مشہور ہوا ہے۔ پھر حضرت امام نے قیامت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا "آج میں تم کو تمام شریعت کی تکلیفوں سے نجات دیتا ہوں۔ آج تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں میں نے تم سب کو شریعت اور قیامت کے اسرار سے مطلع کیا۔"[2]

یہ اقتباس نزاری فاضل علی محمد جان محمد چنارا کی کتاب "نورِ مبین حبل اللہ متین" سے ہے۔ چنارا صاحب اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں:

"حضرت امام حسن علی ذکرہ السلام نے اِن لوگوں کو تاویلی علم سکھایا اور

---

[1] تاریخ ائمہ اسمٰعیلیہ جلد سوئم میں صرف خطبہ دینے کا ذکر ہے۔ خطبہ کا متن نہیں دیا گیا جس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اِن کو تاریخ میں خداوندِ الموت کہا گیا ہے۔

[2] تاریخ فاطمیین مصر صفحہ ۱۷۶

بتایا کہ دنیا قدیم ہے۔ زمانہ جاودانی ہے۔ قیامت صرف روحانی ہے۔ بہشت و دوزخ معنوی (باطنی) ہیں۔ ہر ایک شخص کی قیامت اُس کی موت ہے۔ باطن میں خلقت کو خدائے تعالیٰ کی خدمت میں رہنا چاہیئے اور ظاہر میں صوابی طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے جس کے لئے شریعت کے اعمال کی ساری پابندی اور بندشیں مخلوق سے اٹھائی جاتی ہیں۔[1]

فان ہیمر نے بھی عید قیام اور امام حسن علیٰ ذکرہ السلام کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جو قریب قریب وہی ہے جیسا کہ اوپر جنار اصاحب نے بیان کیا ہے۔[2] فرق صرف اتنا ہے کہ فان ہیمر نے عید قیام پر عام شراب نوشی کا بھی ذکر کیا ہے۔

## امام حسن علیٰ ذکرہ السلام کی نسبی حیثیت

اسمٰعیلیہ کے یہاں نسب سب سے اہم ہے لیکن فان ہیمر نے امام حسن کے نسب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اس قدر شرمناک ہے کہ ہم اُس کو نقل کر کے اپنی کتاب کی سنجیدگی مجروح کرنا پسند نہیں کرتے صرف اُس کے تاثرات پیش کرتے ہیں:

"The honour of the mother was sacrificed to the ambition of the son; and because adultery afforded grounds to his pretensions, the sanctity of the harem was forced to give place to the merit of ambition."[3]

---

[1] تاریخ فاطمیین مصر صفحہ ۱۷۷

[2] History of the Assassins صفحہ ۱۲۱

[3] ایضاً صفحہ ۱۲۳

ترجمہ: ماں کی ناموس کو بیٹے کی آرزو یا حوصلہ مندی پر قربان کر دیا گیا اور چونکہ خیانتِ عصمت سے اُس کے دعوے کو استحکام ملتا تھا لہٰذا ذاتی خواہش کی تکمیل کے لئے حرم کے تقدس کو بھی پامال کر دیا گیا۔"

صورت حال جو بھی رہی ہو یہ بات اسمٰعیلیوں کے یہاں نئی نہیں ہے خود پہلے فاطمی خلیفہ اور پہلے اسمٰعیلی امام (ظاہر) یعنی عبید اللہ المہدی کا نسب گیارہ سو سال سے بحث کا موضوع بنا ہوا ہے جیسا کہ ہم آئندہ کسی باب میں ذکر کریں گے۔

## اعمالِ شریعت کی طرف واپسی

اعمالِ شریعت چھوڑ دینے کے مضر اثرات کا ذکر ہم نے گذشتہ باب میں کیا ہے۔ نزاریوں کے اعمالِ شریعت چھوڑ دینے کے اثرات بھی حسبِ توقع بُرے ہوئے اور شورش ہو گئی۔ لہٰذا امام حسن علی ذکرہ السلام کے پوتے امام جلال الدین حسن نے (۶۰۷-۶۱۸ھ / ۱۲۱۰-۱۲۲۱ء) نے ظاہر شریعت کے طریقہ کو جاری کیا۔ لیکن اس نوعیت کی کوششوں کا جو نتیجہ ہونا تھا وہ ظاہر ہے۔ علی محمد جینا صاحب اِس صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرتِ امام چونکہ اہلِ دنیا کے مالک ہیں۔ اس لئے زمانے کی موافقت کے لحاظ سے بندوبست اُن کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اکثر اماموں کے عہد میں ایسی حرکتیں ظہور میں آتی ہیں اور پھر قرار پا گئی ہیں مگر بیرونی اسباب کو دیکھ کر اکثر لوگ حضرت امام کے مخصوص مطالب کو نہ سمجھ کر من مانی باتیں کہتے رہتے ہیں۔"

نزاری فاضل کی مندرجہ بالا وضاحت کی حیثیت ضرور اہم ہوتی لیکن

ظاہری شریعت کی پابندی سے فراغت اور شراب نوشی تو اسمٰعیلیہ کے یہاں کوئی نئی بات نہیں۔ اِس سلسلہ میں ہم ایک دلچسپ تاویل پیش کرتے ہیں جو بیک وقت اسمٰعیلیہ کے یہاں اوامر و نواہی کی پابندی کی حیثیت اور تاویل کے ذریعہ ہر معاملہ اور ہر واقعہ کا جواز پیش کرنے کی بہترین مثال ہے: کہا جاتا ہے کہ اولاً حضرت امام جعفر الصادقؒ نے اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیل پر اپنی جانشینی کے لئے نص کی تھی لیکن حضرت اسمٰعیل خلافِ شرع عمل (شراب نوشی) کے مرتکب ہوئے اور اُن کے والد بزرگوار نے اُن پر کی ہوئی نص اپنے دوسرے بیٹے حضرت موسیٰ الکاظمؒ کے حق میں بدل دی۔ اِس خلافِ شرع عمل کی تاویل کے متعلق ایک محقق اس طرح لکھتا ہے:

"اور یہ تاویل کی کہ اسمٰعیل کا ایسا عمل کرنا (شراب نوشی) اُن کی اعلیٰ روحانیت کا ایک ثبوت ہے کیونکہ وہ ظاہر شریعت کے پابند نہ تھے بلکہ باطن کے قائل تھے۔ یہ شیعوں کے اُس رجحان کی ایک مثال ہے جو تاویل یعنی باطنِ شریعت کی طرف ہے۔"[۱]

(D. B. Macdonald, Devel: of Muslim Theology etc. p. 42.)

اس صورت حال کے بعد کسی کو کسی بھی معاملہ میں کیا کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اقبال نے کس قدر صحیح کہا ہے:

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر　　چاہے تو خود ایک تازہ شریعت کرے ایجاد

## ایران میں نزاری اقتدار کا خاتمہ

ایران میں نزاری اقتدار جس کی ابتداء ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء میں ہوئی تھی ایک سو ستر سال

---

[۱] تاریخ فاطمیین مصر حصہ اوّل صفحہ ۲۱

بعد ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں ختم ہو گیا مگر اسمٰعیلی مذہب ایران میں مقبول نہ ہو سکا۔ لہٰذا اسمٰعیلی دعوت کے مرکز بدلتے رہے۔ کبھی کہیں کبھی کہیں۔ اس درمیان میں نزاری دو حصوں میں بٹ گئے۔ قاسم شاہی اور محمد شاہی۔ قاسم شاہی سلسلہ کے امام آغا خاں اول ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں ایران سے ہندوستان آئے۔ یہ کیفیات ایران سے متعلق تھیں۔ اب ہم آئندہ تسلسل کے لئے برصغیر میں نزاری داعیوں/پیروں کا کردار بیان کریں گے جس کی نوعیت خصوصی ہے۔

## برصغیر میں نزاری داعیوں/پیروں کا کردار

برصغیر پاک و ہند میں اسمٰعیلی مذہب کے داعیوں کا ذکر نویں صدی عیسوی میں ملتا ہے۔ یہ لوگ قاہرہ، عراق اور یمن سے سندھ اور پنجاب یعنی مغربی پاکستان میں آنے شروع ہوئے۔ اور آہستہ آہستہ سیاسی اقتدار حاصل کر لیا۔ یہ لوگ قرامطہ کہے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ محمود غزنوی کی مہموں کا مقصد قرامطہ کی بیخ کنی بھی تھا چونکہ قرامطہ قتل و غارت کے لئے بدنام ہو چکے تھے۔ شہاب الدین غوری نے بھی اُن کے خلاف یورشیں کیں اور آخر کار قرامطہ کا غلبہ ختم ہو گیا[1]۔ اِس میں اسلامی حکومت کے استحکام اور سنی خیالات کی اشاعت کو بھی دخل تھا۔ اگرچہ تیرھویں صدی عیسوی کے بعد قرامطہ کا ذکر ہندوستانی تواریخ میں نہیں ملتا لیکن اُن کے جانشین وہ لوگ ہوتے جن کو شمالی ایران کی اسمٰعیلی (نزاری) ریاست 'الموت' سے بھیجے ہوئے داعیوں/پیروں نے اسمٰعیلی مذہب کی طرف راغب کیا۔ ان لوگوں کو ابتداءً خواجہ کہا گیا جو بگڑ کر 'خوجہ' یا 'کھوجہ' ہو گیا اس طرح کشمیر، پنجاب و سندھ میں 'نزاری' خواجہ کہلائے اِن نزاری داعیوں/

---

۱۔ Shorter Encyclopaedia of Islam کے مطابق ان میں کچھ اپنے سابق مذہب پر لوٹ گئے اور کچھ اہلِ سنت والجماعت میں شامل ہو گئے۔ مقالہ 'اسماعیلیہ'۔

پیروں کے مختصر حالات پیش کئے جاتے ہیں:

## (۱) نورالدین یا نور شاہ

برِ صغیر میں نزاری داعیوں کا سلسلہ نورالدین یا نور شاہ[1] سے شروع ہوتا ہے انہیں 'الموت' سے بارہویں صدی میں بھیجا گیا تھا۔ ان کی دعوت کا علاقہ گجرات اور نوساری تھا۔ انہوں نے اپنا نام ہندوانہ رکھا اور بہت سے افراد کو جن کا تعلق نیچ ذاتوں سے تھا اسمٰعیلی مذہب میں شامل کیا۔ یہ 'نورست گرو' کہلائے جاتے تھے (انہوں نے ۶۳۴ھ / ۱۲۳۷ء میں سلطانہ رضیہ کی حکومت کو غیر مستحکم دیکھ کر اسمٰعیلی جھنڈا لہرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے)۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی طریقہ تبلیغ سے قطعی ہٹ کر ہندو شعار اپنانے میں پہل کی۔

## (۲) پیر شمس (شاہ شمس الدین) ۶۴۲–۷۵۷ھ / ۱۲۴۱–۱۳۵۶ء

سید شمس الدین کو 'الموت' میں نزاری سلسلہ کے امام قاسم شاہ (۷۱۰ھ–۷۷۱ھ / ۱۳۱۰ء–۱۳۷۰ء) نے پیر کا لقب دے کر ایران سے باہر تبلیغ کرنے کی ہدایت کی۔ اس وجہ سے یہ پیر شمس کہلائے۔ انہوں نے کشمیر و پنجاب کے علاقہ[2] میں اسمٰعیلی مذہب کی دعوت دی۔ ان کی پیدائش سبزوار میں ہوئی تھی اس لئے شمس سبزواری کہلاتے ہیں[3]۔

---

[1] نورالدین یا نورست گرو کا ذکر تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں نہیں ملتا۔ شیخ محمد اکرام نے 'آب کوثر' میں خاصی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ دیکھئے صفحات ۳۴۰–۳۴۳۔ شیخ محمد اکرام نے آرنلڈ کی دعوتِ اسلام اور بمبئی گزیٹیر جلد نہم حصہ دوم کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم میں ڈاکٹر زاہد علی نے بھی نورالدین کا ذکر کیا ہے۔

[2] پنجاب کی ایک جماعت جو بظاہر ہندوؤں میں شامل ہے اور خوجوں کے موجودہ امام آغاخان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتی ہے۔ اپنے آپ کو شاہ شمس کے نام پر شمسی کہتی ہے۔ (آب کوثر صفحہ ۳۴۴)

ان کا مزار ملتان میں ہے۔ پیر شمس نے بہت سے 'گنان' لکھے۔

**گنان کیا ہے؟**

'گنان' کا ذکر آئندہ بھی آئے گا لہٰذا اُس کی تعریف ضروری ہے۔ تاریخ ائمۂ اسمٰعیلیہ میں 'گنان' کے متعلق لکھا ہے:

"'گنان' سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی روحانی علم کے ہیں۔ یہ منظوم کلام تیرھویں اور چودھویں صدی کی مروّج زبانوں میں پائے جاتے ہیں جن میں سندھی، پوربی، مرہٹی، سرائیکی، گجراتی، پنجابی اور ہندی سے ملتے جلتے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ یہ کلام دین کی تعلیم دیتے ہیں جن میں خاص طور پر ذکر، فکر، عبادت، مرشد کامل، اہلِ بیت، امام کی شناخت وغیرہ کے موضوعات پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مروّج ہندو وشنو پنتھ کے عقائد اور مذہبی بیان اور واقعات کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔"[1]

پیر شمس نے متعدد گنان لکھے ہیں جن کے نام نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ اُن کی فکر و نظر کے آئینہ دار ہیں مثلاً "من سمجھانی"، "گربی گنان"، "چندر بان"، "برہم پرکاش" وغیرہ وغیرہ۔ پیر شمس نے ایک چھوٹا دس اوتار بھی لکھا۔ ان گنانوں سے متعلق عالیجاہ شیخ دیدار علی مرتب تاریخ ائمۂ اسمٰعیلیہ لکھتے ہیں:[2]

"پیر کا کلام زیادہ تر صوفیانہ ہے جس میں دین کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دعوت کے نادر نمونے بھی پائے جاتے ہیں مثلاً ہندو مت کو اسلامی رنگ میں پیش کیا ہے۔"

## (۳) پیر و داعی صدر الدین ($\frac{\text{۷۰۰ - ۸۱۹ھ}}{\text{۱۳۰۰ - ۱۴۱۶ء}}$)

آپ کا اصل نام محمد تھا اور لقب 'بارگر'، 'سودیو'، 'پیر پشپ زر'، 'حاجی صدر شاہ'

[1] شائع کردہ شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوایشن برائے پاکستان، کراچی صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ حصہ سوئم
[2] ایضاً صفحہ ۱۳۰

اور صدرالدین تھے۔ ہندو انہیں مجھر ناتھ کہتے تھے۔ پیر شمس آپ کے پردادا تھے المونی امام اسلام شاہ (۷۷۱-۸۲۷ھ / ۱۳۷۰-۱۴۲۳ء) نے آپ کو پیر کا لقب دے کر ہندوستان روانہ کیا۔ انہوں نے بہت سے گنان لکھے۔ جن کے نام یہ ہیں، "آرادبوجھ" نرنجن، ونود، اتھروید، باون گھاٹی، دعاگٹ پاٹ، کھٹ ورش، کھٹ نرنجن وغیرہ ان کے گنانوں کی تعداد ۲۵۰ بتلائی جاتی ہے[1]۔ گنان لکھنے کے علاوہ پیر صدرالدین نے ہندوستان میں اسمٰعیلیوں کی تین جماعتیں منظم کیں۔ جن کے منظم پنجاب میں مکھی سیٹھ شام داس لاہوری، کشمیر میں مکھی سیٹھ تلسی داس اور سندھ میں مکھی ترکیم تھے[2]۔ پیر صدرالدین نے ایک دس اوتار بھی لکھا۔ یہ بھی پیر شمس کی طرح ہندوؤں میں رہتے تھے۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں،

"انہوں نے ہندو مذہب کے بعض عقائد کو صحیح تسلیم کیا تاکہ اسمٰعیلیہ مذہب کی اشاعت میں آسانی ہو۔ انہوں نے ایک کتاب دس اوتار کے نام سے لکھی یا رائج کی جس میں رسول اکرمؐ کو برہما، حضرت علیؓ کو وشنو اور حضرت آدمؑ کو شیو سے تعبیر کیا ہے۔ یہ کتاب خوجہ قوم کی مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے اور مذہبی تقریبوں پر اور نزع کے وقت مریض کے بستر کے قریب پڑھی جاتی ہے"[3]

## پیر کبیرالدین (۷۴۲-۸۵۳ھ / ۱۳۴۱-۱۴۴۹ء)

کبیرالدینؒ پیر صدرالدین کے بیٹے تھے اُن کو بھی المونی امام اسلام شاہ (۷۷۱-۸۲۷ھ / ۱۳۷۰-۱۴۲۳ء) نے پیر کا لقب دیا اور ہندوستان میں دعوت کے کام کی نگرانی

---

[1] شائع کردہ شیعہ امامیہ اسمٰعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان۔ کراچی صفحہ ۱۳۶ حصہ سوم
[2] آب کوثر صفحہ ۳۴۵ بحوالہ اسمٰعیلیوں کی تاریخ از مسٹر اے۔ ایس۔ پکلے۔
[3] آب کوثر صفحات ۳۴۶-۳۴۷۔ شیخ محمد اکرام سندھ گزیٹیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کتاب "دس اوتار" کی تصنیف میں پیر صدرالدین نے ایک عالم برہمن سے مدد لی۔

پر مامور کیا۔ پیر کبیر الدین یا پیر حسن کبیر الدینؒ نے بھی متعدد گنان لکھے۔ ان کے نام ملاحظہ ہوں۔ اننت اکھاڑو' برہم گاونسری' اننت کے نو چھگے' اننت کا دلیا' ستگر نور کا دلجا' وغیرہ وغیرہ۔

## (۵) سید امام شاہ (۸۳۴-۹۲۶ھ / ۱۴۳۰-۱۵۲۰ء)

پیر کبیر الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انہوں نے بھی متعدد گنان لکھے جن کے حسبِ دستور عجیب عجیب نام ہیں مثلاً گھوگھری گنان' بھائی بڑائی گنان' مول گایتری' جنکار وغیرہ۔ تاریخ ائمہ اسمٰعیلیہ کے اعتبار سے ان میں "ہندو مت کا زیادہ ذکر ملتا ہے۔"

## نزاری پیروں کی خصوصیات

ہم نے اسمٰعیلی (نزاری) پیروں کا ذکر بہت مختصر کیا ہے۔ جو چیز ان سب میں مشترک ہے وہ اُن کی فکر و نظر پر ہندو مت کا غلبہ ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ہندو مت کے بعض عقائد کو صحیح تسلیم کیا۔ ہندوانہ نام رکھے حتیٰ کہ اپنی دعوت کے ارکان کے نام بھی ہندوانہ رکھے مثلاً مکھی' کامڑیا وغیرہ۔ مقامی تہذیب و تمدن کی برتری تسلیم کرنے میں بھی تامل نہیں کیا۔ اور اس طرح ایک نادان دوست کا کردار ادا کیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پیر کبیر الدین کے بعد اُن کے بیٹے کو المولیٰ امام کی جانب سے پیر کا لقب نہیں ملا۔ بلکہ المولیٰ امام کے نمائندوں کو وکیل کہا جانے لگا[1]۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمٰعیلی داعی ہندو مت کے مقامی دباؤ کا مقابلہ نہ کر سکے حتیٰ کہ تاریخ ائمہ اسمٰعیلیہ کے مطابق امام شاہ یا امام الدین کی

[1] سندھ گزیٹیر میں ایک پیر یا نائب پیر خواجہ داؤد (دادو) کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ ائمہ اسمٰعیلیہ میں اس کو وکیل کہا گیا ہے۔ اس کے پیر بھی ہندوانہ نام رکھتے تھے۔ تاریخ ائمہ اسمٰعیلیہ جلد سوم صفحات ۲۰۱ اور ۲۱۵

وفات کے بعد اس کے بیٹے سید نور محمد شاہ نے جن کو نور محمد شاہ بھی کہتے ہیں اپنا تعلق الموتی امام سے توڑ لیا اور ایک ست پنتھی یا امام شاہی فرقہ وجود میں آیا جو اسمٰعیلی خوجوں کی نسبت کبیر پنتھی اور نانک پنتھی طریقوں سے زیادہ ملتا جلتا ہے[1]۔ اس کا ذکر ہم گزشتہ باب میں کر آئے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے کہ اسمٰعیلی دعوت کا باقاعدہ سلسلہ بہت کمزور پڑ گیا۔ اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے الموتی امام عبدالسلام (۸۸۰-۸۹۹ھ / ۱۴۷۵-۱۴۹۳ء) نے ایک کتاب 'پندیات جوانمردی' تصنیف کی جسے "پیر" کا درجہ دیا گیا[2]۔ بہرحال اسمٰعیلیوں میں سے کچھ نے اپنے آپ کو شیعوں (اثنا عشریہ) میں شامل کر لیا۔ کچھ سنی ہو گئے اور کچھ ہندو مت پر واپس ہو گئے یہ نتیجہ نکلا تین سو سالہ اسمٰعیلی (نزاری) تبلیغ کا۔

## نزاری پیر اور تقیہ

اِن نزاری داعیوں / پیروں کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ کبھی اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے کبھی شیعی کبھی کسی صوفی سلسلہ سے وابستہ ظاہر کرتے تھے کبھی برسوں ہندو مندروں میں پوجا پاٹ کرتے تھے۔ تاریخ اوچ میں مولوی حفیظ الرحمٰن خوجوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"اوچ کے اسمٰعیلی خوجے بالعموم اب اثنا عشری ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ کے بزرگ بطور تقیہ اپنے آپ کو سہروردی سلسلہ سے منسوب ہونے کے مدعی ہیں۔"[3]

---

[1] آبِ کوثر صفحہ ۳۵۰
[2] آبِ کوثر صفحہ ۳۵۱ [3] آبِ کوثر صفحہ ۳۲۹

## ایک حیرت انگیز تقیہ (جو چار سو سال تک راز رہا)

اس سلسلہ میں آغا خان اوّل کا انکشاف ناظرین کے لئے حیرت کا باعث ہو گا۔ شیخ محمد اکرام آبِ کوثر میں لکھتے ہیں:

"اسلامی حکومت کے دوران میں نزاری عام مسلمانوں کے ساتھ گھلے ملے ہوئے تھے۔ اُن کی تجہیز و تکفین اور بیاہ شادی کی رسمیں سنّی علماء ادا کرتے (اگرچہ وہ اپنے دیوانی جھگڑے اپنی پنچایت سے طے کراتے) مغربی پنجاب میں کئی اسمٰعیلی سنّی پیروں کے مرید تھے بلکہ پیر صدرالدین کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سنّی مسلمان تھے لیکن جب انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں آغا خان ہندوستان آگئے تو جماعت کو زیادہ منظم اور جداگانہ طریقے پر ترتیب دیا گیا۔ ایک تو وہ لوگ جو خوجوں سے باہر ہیں (مثلاً پنجاب کے شمسی اور گجرات کے ست پنتھی) انہیں بھی آغا خان کی قیادت میں منسلک کرنے کی کوشش کی گئی اور ہو رہی ہے اور دوسرے آغا خان اوّل نے حکم دیا کہ اُن کے پیرو بیاہ شادی، تجہیز و تکفین اور وضو طہارت میں اپنی جماعت کی پیروی کریں۔ بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی بلکہ بمبئی ہائی کورٹ میں اس مسئلے پر ۱۸۶۴ء میں ایک اہم مقدمہ لڑا گیا۔ جس میں ان لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ پیر صدرالدین سنّی تھے اور شروع سے اُن کے پیرو بیاہ شادی وغیرہ میں سنّی علماء کو بلاتے رہے ہیں۔ آغا خان اوّل کی طرف سے کہا گیا کہ یہ سب باتیں تقیہ میں داخل تھیں اور پیر صدرالدین کو اسمٰعیلی (نزاری) امام وقت شاہ اسلام شاہ نے اس لئے داعی بنا کر بھیجا تھا کہ وہ اسمٰعیلی عقائد پھیلائیں۔ عدالت نے آغا خان اوّل کا یہ دعویٰ قبول کر لیا۔ جس پر بعض خوجے اُن سے علیحدہ اور علانیہ طور پر سنّی ہو گئے۔"[1]

---

[1] آبِ کوثر صفحات: ۳۵۱ و ۳۵۲

اسمٰعیلی مذہب کی مندرجہ بالا انداز میں تبلیغ اور اُس کے اثرات وہی ہوئے جو ہونے چاہئیں تھے۔ یعنی ہندوستانی نزاریوں کے اعتقادات تضادات کا مجموعہ ہو کر رہ گئے جن کو کسی بھی ایک مذہب سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ آغا خان اوّل کی ہندوستان میں آمد کے بعد رفتہ رفتہ نزاری آغاخانی کہلائے جانے لگے۔ اِن میں وہ چند خاندان بھی شامل ہیں جو ایران سے آغا خان اوّل کے ساتھ آئے اور ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گئے۔

## آغاخانیوں/نزاریوں کی مذہبی کتابیں

(۱) جو گنان پیروں نے (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) لکھے ان گنانوں کے مختلف مجموعے بمبئی میں اسمٰعیلیہ ایسوسی ایشن برائے بھارت/انڈیا نے شائع کئے ہیں۔

(۲) پندیات جوانمردی۔ اِس کتاب کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں نصیحتیں اور عالی ہمتی کے اصول درج ہیں۔

(۳) دس اوتار، یہ ایک نقشہ (Chart) سا ہے جس میں اوتار گنائے گئے ہیں۔

(۴) حاضر امام (آغا خان) کے فرامین: آغا خان یعنی حاضر امام جو فرمان جاری کرتے ہیں، اُن کا مجموعہ۔

اِن کتابوں سے نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

### ا۔ گنان کا نمونہ[1]

(۱) "شاہ (یعنی امام) رامچندر کے روپ میں آیا۔ کرشن کے روپ میں آیا۔۔۔۔۔"

[1] دیکھئے آغا خانیت کیا ہے؟ شائع کردہ سواد اعظم اہل سنت پاکستان۔

(گنان ۳۱ مجموعہ گنان از پیر صدرالدین۔ شائع کردہ اسمٰعیلیہ ایسوسی ایشن برائے بھارت بمبئی)

(۲) "اس کلجگ میں خداوند عالم کا مظہر ظہور انسانی جسم میں ہے اور وہ ساری روحوں کا شہنشاہ ہے یعنی حاضر امام"

(گنان برہم پرکاش از پیر شمس الدین۔ مقدس گنان کا مجموعہ۔ شائع کردہ اسمٰعیلیہ ایسوسی ایشن بمبئی)

(۳) جو لوگ علیؑ کو دل سے اللہ مانیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (نعوذ باللہ)

(گنان مومن چیتامنی۔ از امام شاہ۔ مقدس گنانوں کا مجموعہ)

## ۲ موہندیات جوانمردی

امام نے فرمایا:

"مومن وہ ہے کہ جس کا قول ایک ہو"

"مومن وہ ہے جو حق اور ناحق کو پہچانتا ہو"

## ۳۔ دس اوتار (اوّل تا پنجم نقل کے لائق بھی نہیں)

(۶) چھٹا اوتار شاہ نے "رام" کے روپ میں لیا اور دس سر والے راون کو ہلاک کیا۔۔۔۔"

(۸) آٹھواں اوتار شاہ نے "کرشن" کے روپ میں لیا۔۔۔۔۔۔۔"

(۹) نواں اوتار شاہ نے "بدھ" کے روپ میں لیا۔۔۔۔۔۔"

(۱۰) آجکل دسویں اوتار میں 'علیؑ' کے روپ میں شاہ ظہور میں ہیں۔"

## ۴۔ فرامین

"اسمٰعیلیوں کے پاس رہبری کے لئے کوئی مخصوص کتاب نہیں مگر زندہ امام ہے۔"

ہم نے نمونے محض تعارف کے لئے دیئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسمٰعیلیہ کے بنیادی عقائد معلوم ہونے کے بعد نہ ان ذیلی تحریروں کی کوئی حیثیت باقی رہتی ہے اور نہ ان کے کسی بھی عمل کی۔

## اسلامی شعار اور آغاخانی

آغاخانیوں کے دو اصول ہیں:

(۱) "جو معاملات خدا کے ہیں انہیں خدا سے اور جو قیصر کے ہیں انہیں قیصر سے متعلق رکھو۔"[۱]

(Bible — Mark — 12:17)

(۲) "جہاں رہو یعنی جس ملک و ملت میں رہو اس کا شعار اختیار کرو۔"

ہم اس سلسلہ میں آغاخاں سوم کی خود نوشت سوانح عمری سے اقتباسات پیش کریں گے:

(۱) "میں نے عورتوں کی آزادی اور تعلیم کی ہمیشہ ہمت افزائی کی ہے۔ میرے دادا اور والد کے زمانہ میں پردہ ترک کرنے کے سلسلے میں اسماعیلی دوسرے فرقوں سے بہت آگے تھے حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جو بہت زیادہ رجعت پسند تھے میں نے پردہ بالکل ختم کر دیا ہے۔ اب آپ کسی اسماعیلی عورت کو نقاب ڈالے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔"[۲]

---

[۱] اسلام میرے مورثوں کا مذہب صفحہ ۱۴ [۲] ایضاً

(۴) "جہاں تک میرے پیروؤں کے طرزِ زندگی کا تعلق ہے تو میری یہ کوشش رہی ہے کہ میں اُن کو جو نصیحتیں کرتا ہوں جو مشورے دیتا ہوں انہیں اس ملک اور حکومت کے مطابق بدلتا رہتا ہوں جس میں وہ زندگی گذارتے ہیں چنانچہ مشرقی افریقہ کی برطانوی نوآبادی میں انہیں میری یہ تاکید ہے کہ وہ انگریزی کو اپنی اوّلین زبان بنائیں اپنے خاندان اور اپنی گھریلو زندگی کی بنیاد انگریزی طریقوں پر رکھیں اور شراب و تمباکو نوشی کو مستثنیٰ کر کے عام طور پر برطانوی اور مغربی رسم ورواج اختیار کریں۔"[1]

## نزاریوں (آغاخانیوں) کے دیگر اعمال

کافی عرصہ سے آغاخانیوں کی مذہبی کمیٹی ایک اشتہار بعنوان "آغاخانی مذہبی عبادات کا پیغام" کے ذریعہ اپنی مذہبی عبادات سے روشناس کرا رہی ہے۔ اس اشتہار کے مندرجات بڑے دلچسپ ہیں۔ اس پیغام میں بعض اعمالِ شریعت کی تاویلات بتلا کر اُن پر عمل نہ کرنے کا جواز پیش کیا گیا ہے۔ اور کس طرح حاضر امام کو رقومات کی ادائیگی سے عبادات معاف کرائی جاسکتی ہیں۔ ناظرین اس اشتہار کو ضمیمہ میں ملاحظہ کرلیں۔ ہم اس کے متعلق کچھ عرض کرنا کارِ عبث سمجھتے ہیں۔

### حاضر امام کو رقومات کی ادائیگی

آغاخانیوں کے لئے مقررہ رقومات کی ادائیگی کے لئے باقاعدہ جماعتی نظام ہے۔ اِن ادائیگیوں کے کئی نام ہیں جن زیادہ معروف دسوند (آمدنی کا آٹھواں حصہ) اور "ناندی" ہیں۔ اس نوعیت کی ادائیگیوں کی کُل رقم لاکھوں روپے سالانہ

[1] اسلام میرے مورثوں کا مذہب صفحہ ۴۰۶

ہو جاتی ہے جس کو حاضر امام کا حق سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی ادائیگیوں کے خلاف آغاخانیوں میں کبھی کبھی آواز بھی اٹھائی جاتی ہے مگر بے سود۔ اسی طرح کا ایک واقعہ سید امام الدین کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ سید امام الدین نے (جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے) امام وقت کے لئے دسوند لینے کی مذمت کی۔ اس پر امام وقت (المولی) آغا عبدالسلام نے انہیں جماعت سے خارج کر دیا اور ہندوستان کے لئے پیر یا نائب پیر نامزد کرنے کا سلسلہ بند کر دیا۔ بہرحال موجودہ دور میں اس نوعیت کی ادائیگیاں باعثِ حیرت ہیں۔

## آغاخانیوں کا حکومت برطانیہ سے خصوصی تعلق

۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں نزاریوں کے امام

حسن علی شاہ آغاخاں اول نے ہندوستان منتقل ہونے کے بعد برطانوی حکومت کو سندھ میں اقتدار حاصل کرنے میں بہت مدد دی۔ حکومت برطانیہ نے اس وفاداری کے صلہ میں اُن کو ہز ہائنس (His Highness) کا اعزاز عطا کیا۔ حکومت برطانیہ سے وفاداری کا یہ سلسلہ قائم رہا اور آغاخاں سوم سلطان محمد شاہ کو حکومت نے سر کا خطاب عطا کیا۔ ان ائمہ نے حکومت سے وفاداری کا یہ فائدہ اٹھایا کہ وہ ہندوستان اور برطانیہ کے زیرِ اثر علاقوں میں اپنی جماعت کو اطمینان سے منظم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہی نہیں بلکہ سرزمین مصر سے بھی تعلق قائم کرنے میں کامیابی ہوئی کیونکہ نزاریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مصر میں فاطمی خلافت کے جائز وارث ہیں۔ حکومت برطانیہ کی وساطت سے وہ مصر میں خود کو دوبارہ روشناس کرا سکے وہ اس لئے کہ مصر بھی کچھ عرصہ قبل تک حکومت برطانیہ کے زیرِ اثر رہا ہے اس کے نتیجے میں سر سلطان محمد شاہ آغاخاں سوم کو ۱۹۵۹ء میں حکومت برطانیہ کے توسل سے اسوان (مصر) میں دفن کیا گیا۔

## مستعلویہ (بوہرے) یا اسمٰعیلی (طیبی)

جیسا کہ باب سوئم میں ذکر کیا گیا ہے امام المستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷ھ / ۱۰۳۵-۱۰۹۵ء) کے انتقال پر فاطمیوں میں اُن کے جانشین پر اختلاف ہوا اور المستنصر کے بڑے بیٹے نزار کو جائز جانشین ماننے والے نزاریہ اور المستنصر کے دوسرے بیٹے المستعلی کو امام/خلیفہ تسلیم کرنے والے مستعلویہ کہلائے۔ اِس اختلاف کی وہی نوعیت وصورت تھی جو حضرت جعفر الصادقؑ کے جانشین کے سلسلہ میں اُن کے بڑے بیٹے اسمٰعیل اور ایک دوسرے بیٹے موسیٰ الکاظم کے متعلق پیدا ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں اسمٰعیلیہ فرقہ وجود میں آیا تھا۔ بہرحال مستعلویہ (موسویوں/اثنا عشریوں کی طرح) خود کو 'اصل' کہتے ہیں اور اسمٰعیلی مذہب کے صحیح عقائد کے مدعی ہیں۔ اُن کے آخری امام طیب تھے جنہوں نے کمسنی میں ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء میں غیبت اختیار کر لی اُس وقت سے اُن کے یہاں دورِ ستر کا آغاز ہوا یعنی امام مستور ہے مگر دعوت کا سلسلہ داعیوں کے ذریعہ جاری ہے۔

## فاطمی/مستعلویہ اور ظاہری شریعت

ظاہری شریعت کی پابندی کا مسئلہ اسمٰعیلیوں میں ابتداء سے ہی بہت دلچسپ بلکہ مختلف رہا ہے۔ ڈاکٹر زاہد علی[1] نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے جس کا لُبِ لباب انہیں کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے:

"بہرحال امام معز (۳۴۱-۳۶۵ھ / ۹۵۲-۹۷۵ء) کی دعاؤں اور اُن کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی کتابوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگلے اور قدیم اسمٰعیلیوں[1] کا عقیدہ یہ تھا کہ امام محمد بن اسمٰعیل کے عہد سے ظاہری اعمال اٹھ گئے اور

---

[1] تاریخ فاطمیینِ مصر حصہ دوم صفحات ۲۵۴-۲۶۴

علم باطن کا دور شروع ہوا چنانچہ بعض قدیم اسمٰعیلی فرقے مثلاً قرامطہ اور دروزی (خوجے) یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ امام مہدی (عبید اللہ المہدی) اور اس کے جانشینوں (فاطمی خلفاء/ وائمہ) نے اس قسم کے عقیدے ظاہر نہیں کئے۔ اس کی وجہ مستشرق 'ادبری' نے یہ بتائی ہے کہ ان حکمرانوں کو بلادِ مغرب۔ مصر اور شام وغیرہ پر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا اور ان ممالک میں اکثریت اہلِ سنت کی تھی۔ اس لئے انہوں نے صرف ایسے عقیدے ظاہر کئے جو ان کی رعایا سے ملتے تھے"[۱]

واضح رہے کہ اسمٰعیلیوں کے یہاں امام/ خلیفہ ابو تمیم معد المعز لدین اللہ (۳۴۱-۳۶۵ھ / ۹۵۲-۹۷۵ء) جملہ فاطمی ائمہ میں ایک خصوصی حیثیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں وہ زیادہ تر مولانا معز کہے جاتے ہیں اُن کی دعائیں اسمٰعیلیوں کے یہاں بہت معتبر اور متبرک مانی جاتی ہیں[۲]۔ ڈاکٹر زاہد علی نے اُن کی دعاؤں سے وہ عربی متن بھی دیا ہے جس کی رو سے ظاہری اعمال کی پابندی اٹھ گئی ہے۔ مگر اس [illegible] بیان کے بعد بھی ایک دلچسپ تاویل پیش کی گئی جس پر مستشرق ایوانو سے ضبط نہ ہو سکا اُس کے تاثرات ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے:

"Sayyidna Idris obviously tries here, as on many other occasions, to avoid falling between two stools, without any convincing result. This is one of the examples of that mystic vision, in which two contradictory statements are both admitted as true

---

۱۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۰۳

۲۔ یہ دعائیں سات ہیں جو اتوار سے شروع ہوتی ہیں۔ آخری دعا شنبہ (سنیچر) کی ہے۔ اتوار سے دعاؤں کا شروع ہونا نصرانی اثرات کا ثبوت ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۵۵)

at one and the same time. In such cases the student is required to possess strong confidence in the honesty of the author to treat his statements seriously, and not to take it for ordinary foolishness. (The Rise of the Fatimids. P. 244)

ترجمہ: حسبِ سابق اِس مرتبہ بھی سیدنا ادریس نے تذبذب کا شکار ہوکر غلط راستہ اختیار کرنے سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن نتیجہ غیر اطمینان بخش رہا۔ یہ عارفانہ تصورات کی بہت سی مثالوں میں ایک ہے جن میں دو متضاد بیانات کو ایک ہی وقت میں درست قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے حال میں حقیقت کے متلاشی کو مصنف کی امانت پر اعتمادِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اُس کے بیانات کو سراسر حماقت سمجھنے کے بجائے درخورِ اعتنا سمجھ سکے۔"

متذکرہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ فاطمیوں نے اگر ظاہری شریعت کی پابندی تو اس وجہ سے کی کہ اُن کی حکومت میں اہلِ سنّت والجماعت کی کثرت تھی اور اُن کے لئے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ اُن کو یعنی اہلِ سنّت کو مطمئن رکھنے کے لئے ظاہری شریعت کی پابندی کریں۔ یہ پابندی مصر میں فاطمی اقتدار کے دوران مصلحتِ وقت کے تحت برقرار رہی اور اسمٰعیلی مرکزِ دعوت کے ۵۶۷ھ/۱۱۷۲ء میں یمن منتقل ہونے پر مستعلویہ نے اس کو قائم رکھا کیونکہ یمن میں اُن کے اِرد گرد اثنا عشری اور زیدیہ تھے جن کے یہاں اعمالِ شریعت کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ مستعلویہ میں یمن سے ۹۴۶ھ/۱۵۴۰ء میں ہندوستان منتقل ہونے کے بعد بھی ظاہری شریعت کی پابندی برقرار رہی۔ کیونکہ مصر کی طرح ہندوستان میں اہلِ سنّت

کی اکثریت ہے اور اثنا عشری بھی ہیں۔

ہندوستان مرکزِ دعوت منتقل ہونے کے بعد مستعلویہ بوہرے کہلائے جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا ہے ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں بوہرے دو حصوں میں بٹ گئے ایک ’داؤدی‘ دوسرے ’سلیمانی‘ رفتہ رفتہ ان میں مزید فرقے پیدا ہو گئے جو ’مہدی باغ والے‘ اور ’علیہ‘ کے نام سے معروف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلیمانیہ میں جو زیادہ تر یمن میں ہیں اور مہدی باغ والوں میں ’قائم القیامۃ‘ کا ظہور ہو چکا ہے لہٰذا خیال کیا جاتا ہے کہ جیسا کہ اسمٰعیلیہ میں ہوتا رہا ہے وہ بھی ظاہری شریعت کی پابندی سے آزاد ہو گئے ہوں گے۔ البتہ داؤدی بوہرے مصلحتِ وقت کے تحت اعمالِ شریعت کے بدستور پابند نظر آتے ہیں۔

## مستعلویہ کی مقدس کتابیں

مستعلویہ کے یہاں چار کتابیں بہت مقدس سمجھی جاتی ہیں۔

(۱) رسائل اخوان الصفا جن کو قرآن الائمہ کہا جاتا ہے۔ ان رسائل کا ذکر گزشتہ باب میں آچکا ہے۔

(۲) قاضی نعمان بن محمد متوفی ۳۶۳ھ/۹۷۴ء کی کتاب دعائم الاسلام جو فقہ سے متعلق ہے۔

(۳) ہبۃ اللہ بن موسیٰ الشیرازی (المؤید فی الدین) متوفی ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء کی مجالس المؤیدیہ جس میں قرآنی آیات اور چند فقہی احکام کی تاویلات بیان کی گئی ہیں۔

(۴) احمد حمید الدین الکرمانی متوفی ۴۰۸ھ/۱۰۱۸ء کی راحۃ العقل جس میں توحید، عقل، نفس، رسالت، وصایت وغیرہ کا بیان ہے۔

## موجودہ اسمٰعیلی فرقوں کے مجموعی اعتقادات

موجودہ اسمٰعیلی فرقوں کی کیفیات بیان کرنے کے بعد ہم ان فرقوں کے

مجموعی اعتقادات بیان کرتے ہیں تاکہ مکمل صورت سامنے آجائے۔

## بنیادی عقائد[1]

**توحید** اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر وہ کسی صفت سے موصوف یا کسی نعت سے منعوت نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ واحد کا اطلاق کرنا درست نہیں۔ تمام صفات حقیقت میں اُس مبدع اوّل پر واقع ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ جس کا دوسرا نام عقلِ اوّل یا امر یا کلمہ ہے۔ عالم جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں۔ کیونکہ وہ عقل کے مقابل قائم ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ہست بھی نہیں کہا جا سکتا۔

**رسالت** انبیاء و مرسلین کو اوّلاً مستقر امام کا نائب یا مستودع کہا گیا ہے۔ اس کے بعد اس نبی کو ناطق بتلایا ہے جو خدا کی طرف سے شریعت لاتا ہے۔ اس حیثیت سے اس کا فرض صرف شریعت کا اظہار ہے جبکہ باطن کی ذمہ داری صامت کی ہے اور باطن ہی مقصودِ اصلی ہے اور آگے چل کر کہا گیا ہے کہ ایک ناطق اپنے سابق کی شریعت کو منسوخ کرتا چلا آیا ہے اور یہ سلسلہ امام محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادقؒ تک پہنچا جو ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی شریعت ظاہر کو معطل کیا اور باطن کو کشف کیا عالم الطبائع کو ختم کیا یہی یوم آخر میں قائم القیامہ ہیں۔

**قرآنِ پاک** نبی یا رسول کا کام یہ ہے کہ وہ جو بات اُس کے دل میں آتی ہے اور بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیتا ہے اور اُس کا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تاکہ لوگوں میں یہ قول اثر کر جائے اور وہ اسے مان لیں۔ نبی کریمؐ نے اس کا ظاہر بیان کیا جب کہ حضرت علیؓ نے بہ حیثیت صامت کے اس کا باطن بیان کیا جو مقصودِ اصلی ہے۔

---

[1] دیکھیے باب چہارم

## نبی اور امام

نبی کے مقابلہ میں امام کے اوصاف بھی پیش کئے جاتے ہیں:

① امام علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث ہے۔
② اُس کا جوہر سماوی اور اس کا علم علوی ہوتا ہے۔
③ اُس کے نفس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اُس کا تعلق اُس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔
④ اُس میں اور دوسرے بندگانِ خدا میں وہی فرق ہے جو حیوانِ ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے۔
⑤ ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔
⑥ امام ہی کو دنیا پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔
⑦ ہر مومن پر امام کی معرفت واجب ہے۔
⑧ امام معصوم ہوتا ہے اس سے خطا نہیں ہو سکتی۔
⑨ امام کی معرفت کے بغیر نجات ناممکن ہے۔
⑩ باری تعالیٰ کے جو اوصاف قرآنِ مجید میں وارد ہیں اُن سے حقیقت میں ائمہ موصوف ہیں۔
⑪ ائمہ کو شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار ہے۔

**بنیادی اعتقادات کے بعد ہم معروف اسمٰعیلی فرقوں سے متعلق دیگر امور بیان کرتے ہیں:**

### ۱- اسمٰعیلیہ (قرامطہ)

اب دنیا میں موجود نہیں۔ (بنیادی اسمٰعیلی عقائد سے منحرف ہو گئے تھے)

### ۲- اسمٰعیلیہ (فاطمی) (دروزیہ)

① امام / خلیفہ کو (نعوذ باللہ) خدا مانتے ہیں۔

(۲) حلول اور تناسخ کے قائل ہیں۔

(۳) اعمالِ شریعت کے قطعی پابند نہیں۔

(۴) مسجد کی جگہ جماعت خانہ ہے۔

گویا ــــــ بنیادی اسمٰعیلی عقائد سے بھی منحرف ہیں۔

## ۳۔ اسمٰعیلیہ (فاطمی) (مستعلویہ)

(۱) اُن کا ایمان ہے کہ امام طیّب کی نسل سے برابر امام ہو رہے ہیں اگرچہ وہ پوشیدہ ہیں لیکن داعیوں کو اُن سے برابر ہدایات ملتی رہتی ہیں۔ مہدی آخرالزماں جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے وہ امام طیّب کی نسل سے ہوں گے۔

(۲)[له] اعمالِ شریعت کے پابند ہیں مگر جمعہ کی نماز باجماعت نہیں پڑھتے۔

(ا) اعلانیہ سود لیتے ہیں۔

(ب) دیوالی کے موقع پر روشنی کرتے ہیں اور حساب کتاب کی نئی کتابیں تبدیل کرتے ہیں۔ ہندی مہینوں کے اعتبار سے حساب رکھتے ہیں۔

(ج) عیدین و دیگر مبارک ایّام کے لئے ان کا کیلنڈر اپنا ہے۔

(د) مسجد، جماعت خانہ اور قبرستان وغیرہ سب علیحدہ ہیں۔

(ھ) کچھ عرصہ سے اُن کی خواتین نے پردہ اختیار کر لیا ہے۔

(۳) وضع قطع اور لباس میں اگرچہ مسلمانوں سے قریب تر ہیں مگر ان سب کا انداز امتیازی ہے جس سے وہ آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے اسلاف کی تقلید میں سفید لباس پہنتے ہیں۔

(۴) اُن کا کلمہ یہ ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ مولانا علی ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ۔

---

له (۲) سے (ھ) تک کے لئے دیکھئے "مذاہب الاسلام" از محمد نجم الغنی صفحات ۲۹۲ تا ۲۹۵ اور "آبِ کوثر" صفحات ۲۵۳ - ۲۵۵

۵) آذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشہد ان مولانا علیا ولی اللہ اور حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل محمد وعلی خیر البشر وعترتھما خیر العتر۔ اضافہ کرتے ہیں۔

## (۴) اسمٰعیلیہ (فاطمی) (نزاریہ) یا آغاخانی

۱) حاضر امام سب کچھ ہے۔

۲) اعمالِ شریعت سے مکمل طور پر آزاد ہیں (مصلحتِ وقت کے اعتبار سے حاضر امام کے فرمانِ خصوصی کے تحت عمل کر لیتے ہیں)۔

۳) مسجد کی جگہ جماعت خانہ[۱] ہے۔

۴) کلمہ حسبِ ذیل ہے:

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ واشہد ان علی اللہ۔ (تیسرا حصہ غور طلب ہے)

۵) شعارِ اسلامی کے قطعی پابند نہیں (صرف نام اسلامی ہوتے ہیں)۔

۶) حاضر امام مغربی تہذیب کا نمونہ ہیں۔

۷) ہر عبادت کا بدل روپیہ پیسہ ہے جو حاضر امام کا حق ہے۔

۸) حاضر امام کا دیدار سب سے بڑی عبادت ہے۔

ہم نے اسمٰعیلیوں کے بنیادی اعتقادات اور مختلف فرقوں کی موجودہ کیفیات حتی المقدور خالی الذہن ہو کر بیان کر دی ہیں امید ہے کہ ان معلومات کی بنا پر ناظرین خود ان کے متعلق رائے قائم کر سکیں گے۔

## حضرت علیؓ کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ

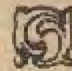
اسمٰعیلی عقائد میں امام کے اوصاف کے متعلق گذشتہ باب میں کافی ذکر کیا جا چکا ہے اب حضرت علیؓ کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ پیش کیا جاتا ہے

[۱] جس طرح خواجہ حسن نظامی کے مطابق ہنود کا 'ادم' اس طرح لکھا جاتا ہے کہ خط کوفی میں 'علی' پڑھا جاتا ہے

جس کا علم اس باب کی تکمیل کے بعد ہوا:

"ہم مرتضیٰ علیؓ کا نور جماعت کے پاس حاضر و ناظر بیٹھے ہیں۔ تمہیں صدقِ دل سے اس حقیقت پر ایمان رکھنا چاہیئے کہ ہم (ائمہ) اس دنیا میں وجودِ عنصری کو لباس کی طرح پہنتے اور اتارتے ہیں مگر ہمارا نور ازلی اور مُنزل ہے اور وہ ہمیشہ زندہ اور قائم ہے۔ اس لیے تمہیں اس ازلی اور مُنزل نور ہی کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے جو ازلی اور مُنزل نور آغا علی شاہ یا ہمارے دادا یا اُن کے بزرگوں اور حضرت علیؓ میں تھا وہی نور اب ہم میں ہے ہم اُن کے جانشین ہیں۔ نورِ امامت ہمیشہ حاضر و ناظر اور ایک ہے صرف (ان عنصری اجسام جن کے ذریعہ وہ ظاہر ہوتا ہے) نام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ مولا مرتضیٰ علیؓ کا تختِ امامت ہمیشہ سے قائم ہے اور تا قیامت قائم رہے گا۔"[1]

آغاخانیوں کے کلمے کے آخری ٹکڑے "اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیَّ اللّٰہِ" (نعوذ باللہ) اور مندرجہ بالا وضاحت سے حضرت علیؓ کی جو حیثیت سامنے آتی ہے وہ اُس سے مختلف ہے جو قدیم اسمٰعیلی عقائد میں نظر آتی ہے۔ یہ غالباً ایران میں اثنا عشری اثرات کا نتیجہ ہے اور شاید اسی وجہ سے ایران[2] میں نزاری علی اللّٰہی کہلاتے ہیں۔





[1] ارشاد آغا علی شاہ، مورخہ ۹ ۱۸۸۵ء۔ بمبئی (اسماعیلیوں کے تاریخی مکتوبات اور قراردادیں صفحہ ؟)
[2] ایران میں اسمٰعیلیوں کو عام طور پر "ملاحی" اور وسط ایشیا میں "ملائی" یا "مولائی" کہا جاتا ہے۔